فروری، مارچ 2021ء

ماہنامہ

لاہور

جہانِ رضا



بیاد

مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

مدیر اعلیٰ

محمد منیر رضا قادری



★ اتحاد کی صحیح صورت

★ مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی کی یادداشتیں

★ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی یاد میں ایک سفر

★ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام

★ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

★ آہ! ناموسِ رسالت کا پہرہ دار رخصت ہوا

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

ماہنامہ
جہانِ رضا
لاہور

شمارہ:۲۶۱۔فروری،مارچ ۲۰۲۱ء۔جمادی الآخر،رجب ۱۴۴۲ھ۔جلد:۳۰

بیاد
مجدد دین وملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

بانی مجلس رضا حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ



فہرست

خط وکتابت ترسیل زر اور ملنے کا پتا

مسلم کتابوی
داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
0321-4477511
042-37225605
Email:muslimkitabevi@gmail.com

زرتعاون فی پرچہ -/30 روپے
سالانہ چندہ بذریعہ ڈاک -/500

اتحاد کی صحیح صورت

حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کا دعویٰ کرنے والے کئی فرقوں میں منقسم ہیں۔ ہر ایک اپنے فرقہ کو حق پر بتاتا اور دوسروں پر ملامت کرتا ہے ان میں جنگ وجدل بحث ونزاع، عناد وعداوت، بغض وحسد کے شرارے ہمیشہ شعلہ انگیز رہتے ہیں۔ ان کے تعصب ونفسانیت سے خرمن امن پر بجلیاں گرتی رہتی ہیں۔ آئے دن فتنہ وفساد انہیں کی بدولت ہوتا ہے۔ قتل وخون ریزی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اسلام کو ان سے نہایت سخت نقصان پہنچتا ہے۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان تمام حالات کا علم تھا اور حضور نے اس کی خبریں ارشاد فرمائیں۔ اجلہ ائمہ حدیث امام احمد وترمذی وابن ماجہ وابوداؤد وغیرہم نے حضرت عرباض بن ساریہ سے ایک حدیث روایت کی جس میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ فَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا

ترجمہ: جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا۔

حکیم ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے ایک حدیث روایت کی جس میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ الفاظ مروی ہیں۔

تَفْتَرِقُ اُمَّتِی عَلٰی ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً۔

ترجمہ: میری اُمت تہتر فرقوں پر متفرق ہوگی اُن میں بجز ایک کے سب ناری ہیں۔

ان احادیث سے اوران کے علاوہ اورکثیر احادیث سے اسلام میں فرقے پیدا ہونے کی خبریں ملتی ہیں اوران کی فتنہ انگزیوں، خونریزیوں کی تفصیلیں بھی۔مخبر صادق کی خبر کس طرح ممکن ہے کہ درست نہ ہو۔ واقعات برابر اُن خبروں کی تصدیق کرتے چلے جارہے ہیں اوراب وہ دن آ گیا کہ دعویدارانِ اسلام میں بکثرت فرقے پیدا ہوگئے اورانہوں نے جو طوفان برپا کر رکھا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ایسے وقت میں مسلمان کیا کریں اوراس غوغا میں ایک طالبِ حق کس کی طرف جائے اورکس کی صدا پر لبیک کہے۔ان کثیر منازعتوں اور مخالفتوں کے ہجوم میں امرحق کوکس علامت سے ممتاز کیا جائے۔عقل کوتو ضرورایسے موقع پر کچھ سراسیمگی اور حیرانی ہوتی ہے۔لیکن جس کو یہ خبر ہو کہ اسلام کے عہدِ اوّل میں جہاں اُس کے تمام حلقہ بگوش ایک صدائے حق پر لبیک کہنے اور سرِتسلیم خم کرنے ہی پر اکتفانہیں کر رہے تھے بلکہ وہ ہادیٔ اسلام کے اشاروں پر جانیں قربان اورسر بہ تمنا فدا کرتے چلے جارہے تھے۔اُس دن مسلمان تعداد میں خواہ کتنے ہی ہوں مگر یک دل تھے، یک زبان تھے۔ ہر دماغ ایک ہی خیال سے پُر تھا، ہر دل میں ایک ہی ولولہ اورایک ہی جوش تھا۔سب کا ایک نصب العین تھا اورایک مقصد کے گروہ دورہ کررہے تھے۔عین اس اتم اتحاد کی حالت میں حضورانور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے اُن اختلافات کی خبریں دیں جن کا اس وقت تصور بھی نہ ہوسکتا تھا۔ بلکہ بعض صحابہ کواس پر تعجب بھی ہوا۔ایسی حالت میں سردارانبیاء کی خبریں اورآئندہ واقعات کی پہلے سے اطلاعیں دینا طالبِ حق کو رہنمائی کرتا ہے کہ وہ اس ابتلا اورفتنہ کے وقت کا دستورالعمل اُسی مخبر صادق اوراُسی واقف وقائع وحوادث کے کلام

مبارک سے دریافت کرے جس کی نگاہِ اقدس کے سامنے یہ تمام نقشے اسلام کے عہد اوّل میں بھی روکش تھے اور جس نے ان کی تفصیلی خبریں دی ہیں۔ یقیناً آج کی سراسیمگی اور حیرانی کا علاج اُسی دربار اور اُسی سرکار سے میسر آسکتا ہے اور وہیں سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ فرقوں کی ایسی کشاکش میں فرقہ حقہ کو کس علامت سے شناخت کیا جائے، کیونکہ اس باخبر ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اس اختلاف وافتراق کا علم تھا اور آپ نے اُمت کو اس سے آگاہ بھی فرمایا تو ضرور ہے کہ فرقہ حقہ کی ایسی کھلی اور ظاہر علامات بھی ارشاد فرما دی ہوں جس سے ہر علم وعقل کا شخص، ہر طالب حق اُس کو بے تردّد پہچان سکے اور اُس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔

جب ہم احادیث کریمہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے مقدس ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں شبِ تار میں آوارہ پھرنے کے لیے بیکسی کے سپرد نہیں کیا بلکہ ایک پُرنور مشعل کی زبردست روشنی میں ہماری دستگیری فرمائی اور صریح وفصیح عبارات سے بتادیا کہ حق پر کون ہے۔

اوپر ذکر کی ہوئی پہلی حدیث میں بیانِ اختلاف کے بعد ایک لطیف انداز میں ارشاد فرمایا: فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرّٰشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ [۱] یعنی جب اُمت میں اختلاف رونما ہو تو تم میرے طریقے اور خلفائے راشدین مہدیین کے طریقے کو لازم جانو اس کے ساتھ تمسک کرو اور اس پر مضبوط گرفت رکھو۔ کیونکہ ہر جدید طریقہ بدعت ہے اور ہر بدعتِ (سیئہ) گمراہی۔

---

[۱] ابن ماجہ، ص ۵، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین المهدیین

اس حدیث میں یہ صاف ارشاد ہے کہ تم میری سنت اور خلفاء راشدین کے طریقے پر کاربند رہو تو وہی طریق حق ہوا اور حضور کی سنت کے عامل اہل سنت کس خوبی کے ساتھ واضح فرما دیا کہ حق مذہب اہلسنت ہے۔ باقی فرقوں کی نسبت ارشاد ہوا کہ نئے پیدا ہونے والے فرقے بدعتی اور گمراہ ہیں۔ اب طالب حق کو تردّد باقی نہیں رہتا وہ ہر فرقہ کو دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ یہ نیا فرقہ ہے اور اہلِ سنت کی نسبت بشارت پا کر مطمئن ہو جاتا ہے اور حسبِ ہدایت مذہبِ اہلِ سنت کو لازم سمجھ لیتا ہے۔ اسی طرح دوسری حدیث میں بھی تہتر فرقوں کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا: مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ۔ [۱] یعنی فرقہ حقہ وہ ہے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر ہو۔

اس حدیث نے بھی صاف ظاہر کر دیا کہ فرقہ حقہ اہل سنت ہے۔ اسی حدیث کو امام احمد وابوداؤد نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے اُس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

وَوَاحِدَۃٌ فِی الۡجَنَّۃِ وَھِیَ الۡجَمَاعَۃِ۔ [۲] یعنی ایک فرقہ جنتی ہے اور وہ جماعت ہے۔

اب تو فرقہ کا پورا نام اہل سنت و جماعت حدیث نے بتا دیا۔ امام ترمذی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یَدُاللہِ عَلَی الۡجَمَاعَۃِ وَمَنۡ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ [۳] یعنی اللہ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے، جو اس سے علیحدہ ہوا جہنمی ہے۔

---

[۱] ترمذی، باب افتراق ھذہ الامۃ، ص ۳۷۹

[۲] ابوداؤد کتاب السنۃ جز ثانی، ص ۱۶۴

[۳] ترمذی، باب لزوم الجماعۃ، ص ۳۱۵

اس حدیث میں بھی صاف ارشاد ہے کہ جماعت جس پر اکثر اہلِ اسلام ہیں، حق پر ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کا دستِ رحمت وکرم ہے اور جوان اہلِ سنت و جماعت سے جدا ہو جہنمی ہے۔

ابن ماجہ میں ایک حدیث شریف ہے جس میں ارشاد فرمایا: اِتَّبِعُوا السَّوَادِ الْاَعْظَمِ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ [1] یعنی تم سواد اعظم یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو جو اُس سے جُدا ہوا جہنمی ہے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

اَلسَّوادِ الْاَعظَمِ یُعَبَّرُبِہٖ عَنِ الْجَمَاعَةِ الْکَثِیْرِ اَو الْمُرَادُ هٰهُنَا عَلَیْهِ اَکْثُرِ الْمُسْلِمِیْنَ، یعنی سواد اعظم جماعت کثیرہ سے عبارت ہے اس سے مراد وہ ہے جس پر اکثر اہلِ اسلام ہیں۔

اب تو کسی نادان کو بھی تردّد نہیں رہ سکتا۔ ہر عاقل و جاہل کو معلوم ہو گیا کہ فرقہ حقہ وہ ہے جس پر مسلمانوں کی بڑی جماعت ہے اور وہ بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت ہیں جو ان سے منحرف ہے حضور نے اُس کو گمراہ اور جہنمی فرمایا ہے۔

یہ تمام صحاح ستہ اور کتب معتبرہ معتمدہ کی احادیث ہیں اس مضمون کی بکثرت حدیثیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاخُذُ الشَّاذَةَ والقَاصِیَةِ وَالنَّاحِیَةِ وَاِیَّاکُمْ وَالشُّعَابِ وَعَلَیْکُمْ

---

[1] مشکوٰۃ، ص ۳۰، بحوالہ ابن ماجہ

بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ۔[۱] یعنی شیطان انسان کا بھیڑیا ہے مثل بکری کے بھیڑیئے کے کہ گلہ سے بھاگنے والی اور دُور چلی جانے والی اور ایک جانب رہ جانے والی کو پکڑتا ہے۔تم اپنے آپ کو گھاٹیوں سے بچاؤ اور جماعت و جمہور کو لازم کرلو۔

اس حدیث شریف میں نہایت بلاغت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ شیطان کی دست بُرد اور اس کے حملہ کا شکار وہ لوگ ہیں جو جماعت و جمہور سے منحرف ہوں اور عام شاہراہ چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی گھاٹیاں اختیار کریں۔

اب تو حق و باطل میں کافی تفرقہ ہوگیا۔ ہر عامی شخص بھی یہ دیکھ سکتا ہے کہ جماعت کثیرہ اور جمہور کا کیا مطلب ہے اور کون کون فرقہ اُس سے منحرف ہے جو اس سے منحرف ہو، اُس کو کجرو اور شیطان کا شکار سمجھے۔اب اس تردّد کا موقع بالکل باقی نہیں رہا کہ ہر فرقہ اپنے آپ کو حق پر بتاتا ہے۔وہ بتایا کرے لیکن جب جمہور اُس کے ساتھ نہیں وہ جمہور کی مخالفت کر کے پیدا ہوا تو ضرور حضور کے حسب ارشاد وہ باطل پر ہے۔

یہ کچھ محتاج دلیل و برہان نہیں ہے کہ جماعت عامہ اور جمہور کس طرف ہیں۔ دعویداران اسلام کے تمام فرقوں کا مجموعہ بھی اہلِ سنت و جماعت کثرہم اللہ تعالیٰ سے بدرجہا کم ہے۔تو یقیناً وہ سب باطل پر ہیں اور اہل سنت و جماعت برسرحق اور ناجی وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

امام احمد و ابوداؤد نے بروایت حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ایک حدیث روایت فرمائی جس کے یہ الفاظ ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةِ شَبْراً فَقَدْ خلع ربقة الاسلام من عنقه۔[۲] یعنی جس شخص نے

---

[۱] مشکوٰۃ،ص ۳۱

[۲] مشکوٰۃ،ص ۳۱

جماعت سے ایک بالشت بھر جدائی کی اُس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔

یہ تو ثابت ہو چکا کہ فرقہ ناجیہ حقہ جماعت عامہ اور جمہور اہلِ اسلام وہ لوگ ہیں جن کو اہلِ سنت و جماعت کہتے ہیں اور جن کو حدیث شریف میں کہیں سوادِ اعظم اور کہیں جماعت وعامہ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

''سوادِ اعظم در دین اسلام مذہب اہلِ سنت و جماعت ہست عرف ذلک من انصف بالانصاف و تجنب عن التعصب والاعتساف''۔[۱] یعنی دین اسلام میں سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت ہیں۔ منصف اور تعصب سے اجتناب کرنے والا اسے جانتا ہے۔

نیز حضرت شیخ محقق اسی شرح میں فرماتے ہیں:

وائمہ فقہائے ارباب مذاہب اربعہ وغیرہم از انہا کہ در طبقہ ایشان بودہ امذہمہ بریں مذہب بودہ اند واشاعرہ وماتریدیہ کہ ائمہ اصول کلامند تائید مذہب را اثبات کردہ وآں چہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجماع سلف برآں رفتہ بودہ موکد ساختہ اندلہٰذا نام ایشان اہل سنت وجماعت افتادہ۔[۲]

مذاہب اربعہ کے ائمہ فقہاء وغیرہم جو صحاح ستہ کے مصنفین کے ہمعصر تھے، تمام اسی مذہب پر ہوئے ہیں، اشاعرہ اور 'ماتریدیہ' جو اُصولِ کلام کے امام ہیں انہوں نے بھی مذہب سلف کی تائید کی اور دلائل عقلیہ سے اسے ثابت کیا اور سنتِ رسول اور

---

[۱] اشعۃ اللمعات، ص ۱۴۱

[۲] ایضاً، ج ۱، ص ۱۴۰

اجماعِ امت کو محکم کیا اس لیے ان کا نام اہلسنت و جماعت واقع ہوا ہے۔

جب یہ متحقق ہو گیا کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات مذہب اہل سنت کو فرقہ ناجیہ قرار دیتی ہیں تو اب اُن لوگوں کا حکم بھی معلوم کرنا چاہیے جو اہل سنت سے منحرف ہوں۔ اوپر بیان کی گئی آخری حدیث میں یہی حکم بیان کیا گیا ہے اور صاف بتا دیا گیا ہے کہ جو اس ناجی گروہ سے جدا ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا حلقہ نکال ڈالا۔ تو وہ شخص اور وہ گروہ جو مذہب اہل سنت سے متجاوز ہو، اسلام کا باغی اور دین کا مجرم اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اپنی گردن سے اسلام کا حلقہ نکال ڈالنے والا ہے۔ ایک بڑی رَسّی میں بہت سے حلقے بنا کر ہر ایک حلقہ ایک بکری کے گلے میں ڈال دیتے ہیں جس سے وہ تمام بکریاں مجتمع رہتی ہیں۔ اس حلقہ کو عربی زبان میں ربقہ کہتے ہیں۔ اب گلے سے ربقہ نکالنے کا مطلب صاف سمجھ میں آ گیا کہ وہ حلقہ جس کے گلے میں ڈالنے سے اسلام کا شیرازہ اجتماع استوار ہے اُس کو نکال ڈالنے والا اپنے آپ کو اُس اجتماع سے جُدا کرتا ہے۔

اہلسنت کا دوسرے فرقوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق

یہ بات اور قابلِ لحاظ ہے کہ فرقہ ناجیہ حقہ اہلِ سنت و جماعت کو دوسرے فرقوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے اور اس کی نسبت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا ارشاد ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن نبی بعث اللہ فی امتہ قبلی الا کان لہ فی امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون

بامرہ ثم انہا تخلف من بعدہ خلوف یقولون مالا یفعلون ویفعلون مالا یومرون نمن جاھدھم بیدہٖ فھو مومن ومن جاھدھم بلسانہ فھو مومن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مومن ولیس وراع ذلك من الایمان حتی خردل۔

حضورانور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ہر ایک نبی جن کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے اُن کی امت میں مبعوث فرمایا اُن کی امت میں اُن کے مخلصین اور ناصرین ہوتے تھے اور ایسے اصحاب ہوتے تھے جو اُن کی سنت کے ساتھ تمسک اور اُن کے حکم کی اطاعت کرتے تھے پھر اُن کے ایسے خلف پیدا ہوتے تھے کہ جن کا قول وعمل مطابق نہیں ہوتا تھا اور وہ کرتے تھے جس کا امر نہیں کیے جاتے تھے (جیسا کہ تمام باطل فرقے کرتے ہیں) تو جو اُن پر اپنے ہاتھ سے جہاد کرے، وہ مومن ہے اور جو اپنی زبان سے جہاد کرے، وہ مومن اور جو اپنے قلب سے جہاد کرے وہ مومن اور اس کے سوا رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان نہیں۔

مراد یہ ہے کہ جو قومیں بگڑ جائیں اور تعلیم انبیاء سے منحرف ہوں اور اُن کے خلاف راہ اختیار کریں۔ مومن کا فرض ہے کہ اُن کے مفاسد کو ہاتھ سے روکے، زبان سے منع کرے، دل سے بُرا جانے۔ چہ جائیکہ میل جول، ربط ضبط، اتحاد و داد۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتابِ حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ ۔[۱] یعنی اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

---

[۱] القرآن، الممتحنۃ:۱

وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۔[۱] یعنی تم میں سے جو اُنہیں دوست بنائے وہ اُنہیں میں سے ہے۔

جب یہ معلوم ہو چکا کہ فرقہ حقہ۔ناجیہ اہلِ سنت و جماعت جو سوادِ اعظم ہے اُس کو باطل فرقوں کے ساتھ ربط و اتحاد کی اجازت نہیں تو اب یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ اُنہیں باہم ایک دوسرے کے ساتھ کیا سلوک رکھنا چاہیے۔

بخاری و مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادُدِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔

ترجمہ: تم مومنین کو دیکھو گے کہ باہمی رحم اور محبت و مہربانی میں ان کا حال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب اُس کا ایک عضو بیمار ہو تو تمام بدن بے خوابی اور بخار کے ساتھ اُس کا فریادی ہو جاتا ہے۔

یعنی کسی ایک حصہ کی تکلیف سے تمام بدن تکلیف محسوس کرتا ہے اور ہر ایک عضو اُس کی بے چینی سے بے چین ہو جاتا ہے۔اسی طرح سے مومنین کا حال ہونا چاہیے کہ وہ ایک کی تکلیف سے بے چین ہو جائیں اور اُن میں سے کوئی کسی کے صدمے اور نقصان کو برداشت نہ کر سکے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہی سے دوسری حدیث مسلم شریف میں بایں الفاظ مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[۱] القرآن، المائدہ:۵۱

اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍاِنِ اِشْتَكٰى عَلَيْهِ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ وَاِنْ اِشْتَكٰى رَأْسِهٖ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ۔ یعنی مومن ایک مرد کی طرح ہیں کہ اگر اُس کی آنکھ دُکھے تو تمام بدن دُکھ جائے اور اگر سر دُکھے تو تمام بدن دُکھ جائے۔

بخاری و مسلم میں ایک اور حدیث حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شبك بين اصابعه الخ

یعنی ایک مومن کا دوسرے مومن کے ساتھ وہ علاقہ ہے جیسے ایک عمارت کے اجزا کا کہ اُن میں سے ایک جزو دوسرے کو مدد پہنچاتا ہے اور ہر ایک کو دوسرے سے استحکام پہنچتا ہے (پھر حضور نے اپنے دستِ مبارک کی انگشتہائے مبارکہ کو دوسرے دست اقدس کی انگشتہائے مبارکہ میں داخل فرما کر مومنین کے تواصل و تعاون اور تعاضد و تظاہر کی تمثیل فرمائی)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ بَعْدُ حَتّٰى يُحِبُّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔ [1] یعنی اُس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مومن کامل نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی (مسلمان) کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

آنچہ از بہر خویش نہ پسند
نیز از بہرے دیگرے میپسند

---

[1] بخاری کتاب الایمان، ص۶

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّهْجُر اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثَ لَیَالٍ یَلِیْهَانِ فیعوض هٰذا ویعرض هذا وخیر هما الذی یبدء بالسلام۔ [1] یعنی آدمی کے لیے اپنے بھائی (مسلمان) کو تین روز سے زیادہ چھوڑنا اور اس سے سلام میل جول ترک کرنا حلال نہیں کہ دونوں ملیں تو ایک طرف ایک منہ پھیرے ایک طرف دوسرا منہ پھیرے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

ان تمام احادیث میں مومن 'مسلم رجل الخ' سے مراد وہی مومن کامل ہے جو کسی باطل عقیدے یا مذہب کا گرفتار ہوکر فرقہ ناجیہ سے خارج نہیں ہوگیا۔ کیونکہ اُن کے ساتھ تو محبت و مودت کے تعلقات جائز ہی نہیں۔ ترمذی و ابوداؤد میں بروایت ابوسعید مروی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا تَصَاحِبُ اِلَّا مُؤمِنًا وَلَا یَاکُلُ طَعَامُكَ اِلَّی تُقَی یعنی ہم نشینی نہ کر مگر مومن کامل کے ساتھ اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار۔

احمد، ترمذی، ابوداؤد و بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اَمْرء عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو تمہیں دیکھنا چاہیے کہ تم کس سے دوستی کرتے ہو۔

---

[1] مسلم، جلد ۲، ص ۳۲۴

یعنی اس کے دین و مذہب میں کوئی خلل و نقصان تو نہیں۔ معلوم ہوا کہ دوست بنانے کے لیے پہلے دیکھ لینا چاہیے کہ وہ شخص خدا کا مغضوب اور بد مذہب و بد دین نہ ہو اُس کے ساتھ تو دوستی جائز نہیں اور مومن کامل الایمان کے ساتھ اُنس، محبت و ہمدردی و غم خواری، اعانت و امداد ضروری ہے اور اسی سے مسلمانوں کو دوسروں کے مقابل قوت و شوکت حاصل ہو سکتی ہے۔ تمام عالم اسلام اور کل سوادِ اعظم جمہور اہل سنت ایک دل ایک زبان ہوں اور ہر ایک کا دل دوسرے کی محبت سے بھرا ہو ہر ایک دوسرے کی بہبود اور راحت سے مسرور اور اُس کے رنج و کلفت سے مخزون و بے چین ہو۔ دوسرے کے درد و تکلیف کو اپنے صدمہ کی طرح محسوس کرے اغیار سے بے تعلق رہے تو اسلام کی شوکت ظاہر ہو۔ چند بد مذہبوں کے چھوڑ دینے سے مسلمانوں کے عظیم الشان اجتماع اور قوت میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ بلکہ اُن سے میل جول ہی ہزار ہا آفتوں اور مصیبتوں کا باب کھولتا ہے۔ یہی دین کی تعلیم، یہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

ایسے ذرائع پیدا کیے جائیں کہ مسلمانوں کے خیال آپس میں متوافق ہوں اور اُن کے دماغ ایک ہی طرح کی معلومات سے پُر ہوں۔ اگر ایک مشرق میں ہے اور ایک مغرب میں اور اُن کے مابین بہت بڑا بُعدِ [1] مکان ہے تو حرج نہیں مگر بُعدِ خیال نہ ہونا چاہیے۔



---

[1] دوری

مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی

یادداشتیں

سید الطاف علی بریلوی (علیگ)

مضمون نگار سید الطاف علی بریلوی بی-اے (علیگ) بانی سرسید گرلز کالج کراچی ممتاز ماہر تعلیم، بانی سیکرٹری آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۰۷ء میں بریلی (یوپی- بھارت) میں پیدا ہوئے، قیامِ پاکستان تک علی گڑھ میں تعلیمی اور علمی کاموں میں مشغول رہے، ۱۹۴۱ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور ہندوستان کے علمائے تحقیق وتصنیف کی ایک ''مجلس مصنفین'' قائم کی، جس نے کئی علمی تحقیقی کتابیں شائع کیں، علی گڑھ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سردفتر کی حیثیت سے ۱۹۳۵ء سے ۱۹۵۰ء تک ۱۵ سال کام کیا، ۱۹۵۰ء میں پاکستان ہجرت کر آئے، سرسید فکر سے تعلق رکھتے تھے، پاکستان آکر بھی علمی کاموں سے دلچسپی رکھی، کراچی سے سہ ماہی رسالہ ''العلم'' جاری کیا، ان کی تقریباً سولہ کتابیں طبع وشائع ہوکر علمی حلقوں میں متعارف ہیں، ان میں ''حیات حافظ رحمت خاں'' کو بہت شہرت ملی، ۲۴ ستمبر ۱۹۸۹ء کو کراچی میں وفات پائی، سخی حسن قبرستان میں دفن ہوئے، درج ذیل مضمون ان کی غیر جانبدارانہ تحریر ہے، جس میں انہوں نے اپنا آنکھوں دیکھا حال تحریر کیا ہے، مضمون کے شروع میں لکھتے ہیں: ''راقم صرف ان چیزوں کو بیان کرنا چاہتا ہے جس سے وہ متاثر ہے اور جو اس کی چشم دید ہیں'' یہ مضمون ان کی کتاب ''تخلیقات و نگارشات''، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۵ء کے صفحہ ۲۰۱ تا ۲۱۱ پر شائع ہوا۔

حضرت کے وصال کے وقت میری عمر سولہ سال تھی، ہوش سنبھالتے ہی میں نے پیلی بھیت کے حضرت شاہ محمد شیر میاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اسمائے گرامی اپنے گھر اور گرد و پیش ہر کس و ناکس سے عزت و احترام کے ساتھ سنے۔ اوّل الذکر بزرگ بہت پہلے انتقال کر چکے تھے، مولانا احمد رضا خاں صاحب کا انتقال میرے سامنے ہوا اور میں ان کی نمازِ جنازہ میں بھی شریک ہوا، حضرت کی میت ان کی جائے قیام محلہ سوداگران سے شہر کے باہر تین چار میل کے فاصلے پر دریائے گنگا کے کنارے واقع عیدگاہ جہاں وہ عیدین کی نماز، اور جنازہ پڑھایا کرتے تھے لے جائی گئی، اس وقت سخت گرمی اور دھوپ تھی لیکن اس کے باوجود جلوس اور نماز میں کم از کم دس ہزار عقیدت مندوں کا ہجوم تھا، جس میں ہر طبقے کے لوگ، بڑے بڑے رؤسا اور کوتوالِ شہر عبدالجلیل صاحب بھی شامل تھے، اس روز پورے شہر میں ہر شخص کو بے پناہ صدمہ تھا اور گھر گھر صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی، جہاں تک مجھے یاد ہے درمیانِ عصر اور مغرب حضرت کو محلہ سوداگران کی مسجد سے متصل قطعہ اراضی پر سپرد ِخاک کیا گیا، بعد کو اسی جگہ آپ کا مقبرہ تعمیر ہوا جس کی چھت پر جماعتِ اہلِ سنت کے بڑے بڑے اجتماعات ہونے لگے۔

میرے دادا اصغر علی صاحب، شاہ محمد شیر میاں (پیلی بھیت) رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور والد سید اسحاق علی کسی سے بیعت نہیں تھے، آخر عمر میں البتہ انہیں ایک درویش سے دلی رغبت ہوگئی تھی، میری ننہال کے سب لوگ مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، نانا سید شجاعت علی خنداں، میری والدہ اور خالہ

صاحبہ، نیز دونوں ماموں حاجی سید ایوب علی رضوی اور سید مشتاق علی رضوی صاحب نہ صرف بیعت تھے بلکہ والہانہ عقیدت رکھتے تھے، ماموں حاجی ایوب علی رضوی ساری زندگی اپنے پیر طریقت کی تعلیمات کی نشر واشاعت میں ہمہ تین مصروف رہے اور ۲۶ سال تک مسلسل حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے پیش کار رہے، خطوط و مضامین کا املا لیتے، مراسلت کا ریکارڈ رکھتے، مولانا کی تصانیف اور کتب خانہ کی نگہداشت کرتے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اگرچہ ۶۵ سال عمر پائی لیکن کثرت عبادت و ریاضت اور تحقیق علمی میں بے پناہ مصروفیات اور کسی قسم کی سیر وتفریح یا ورزشِ جسمانی سے عدم توجہی کے باعث نہ معلوم وہ کب سے ضعیف العمر نظر آتے تھے، دولت خانہ کے قریب ہی اپنی مسجد میں پانچوں وقت نماز باجماعت کے لیے تشریف لاتے تو ان کی آہستہ خرامی دیدنی ہوتی تھی، سلیم شاہی جوتا، ایک برکا پائجامہ، گھٹنوں سے نیچا کرتا، اس پر انگرکھا یا شیروانی اور پھر اس پر عبا پہنتے تھے، سر پر اوسط درجہ کا عمامہ جس میں سے پیچھے گردن پر چھوٹی چھوٹی حنائی زلفیں نظر آتی تھیں، بڑی بڑی پرکشش آنکھیں، گندمی رنگ، گھنی شرعی داڑھی تھی، ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے، کبھی کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھتے۔

خواب گاہ میں کتابیں ہی کتابیں تھیں، فرش کی دری، اس کے قالین اور دوسرے فرنیچر صرف کتابیں نظر آتی تھیں، حد یہ کہ پلنگ کے تین جانب کتابوں کی باڑیں لگی رہتی تھیں، پائتی کی طرف البتہ خالی جگہ رکھی جاتی، لکھتے تو قلم بہت تیز چلتا تھا، اس کی

روانی دیکھنے کے قابل ہوتی، علوم دینی میں مولانا کا جو مرتبہ اور مقام تھا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ علامہ اقبال نے ان کو امام ابوحنیفہ لکھا ہے۔

نعت گوئی میں حضرت اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا نے جو بے مثل مقبولیت حاصل کی، اس پر کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں، میلاد شریف کی قریب قریب ہر محفل میں ان کا کلام پڑھا جاتا اور ان کے پڑھنے والے مثلاً مولوی عبدالجلیل نے خوب نام پیدا کیا، وہ ہندوستان کے طول وعرض میں بلائے جاتے، مولانا کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کے نسخے گھر گھر پائے جاتے اور خواتین بھی اپنی محفلوں میں ان کو خوب ترنم سے پڑھتی تھیں، خود مولانا صاحب کے یہاں ۱۲ ربیع الاوّل کو خاص الخاص اہتمام سے محفل میلاد ہوتی، جس میں یہ قاعدہ ہوتا تھا کہ داڑھی رکھنے والے کو تبرک کا دوہرا حصہ اور بے داڑھی والوں کو ایک حصہ دیا جاتا، بچپن کے سنے ہوئے اشعار اکثر یاد آتے ہیں۔

مولانا کے قائم کردہ مدرسہ دینی کا سالانہ جلسہ اسناد و دستار بندی حافظ الملک حافظ رحمت خاں شہید کی ہمشیرہ کی بنائی ہوئی عظیم الشان مسجد واقع بزریہ بہاری پور میں بی بی جی کی مسجد کہلاتی تھی، بڑی دھوم دھام سے ہوتا تھا، جس میں مولانا کے ہم مشرب جید علماء کرام اپنے مواعظ حسنہ سے عوام کو فیض یاب کرتے تھے، حضرت بھی بہ نفس نفیس شریک ہوکر کثیر التعداد حاضرین کے جوش وعقیدت کا محور ہوتے، عجب روح پرور نظارہ ہوتا تھا۔

مولانا کے مدرسہ میں قرب و جوار کے طلبہ کے علاوہ آسام، بنگال، پنجاب،

سرحد، سندھ اور افغانستان تک کے تشنگان علومِ دینیہ پڑھتے تھے، جنہیں کتب درسی اور قیام و طعام کی سہولت مہیا کی جاتی، بکثرت طالب علم شہر کی مساجد میں امامت کرتے، انہیں کے حجروں میں قیام کرتے اور اہلِ محلہ ان کے کفیل ہوتے تھے، بعض ذہین طلباء شہر کے بازاروں میں آریہ سماج اور عیسائی مشنریوں سے آئے دن مناظرے بھی کرتے، ایک دارالافتاء بھی تھا جو استفتاؤں کی روشنی میں ملک کے طول و عرض میں فتویٰ ارسال کرتا، مسلمانوں کے باہمی نزاعات کو بھی شرع شریف کی رو سے طے کرایا جاتا اور ہزاروں ہزار لوگ مقدمہ بازی کی تباہ کاریوں سے بچ جاتے، حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی عظمت روحانی اور ان کے فیصلوں کو بے چون و چرا مخالف فریق بھی تسلیم کرتے تھے۔

حضرت کا معمول تھا کہ بعد نمازِ عصر مسجد کے شمال مشرقی حصہ میں جہاں ایک سایہ دار درخت بھی تھا، تشریف فرما ہوتے، اس مجلس میں حاضری کی اجازت عام تھی، بلا روک ٹوک ہر شخص جو سوال کرنا چاہتا کرتا، یہ بابرکت صحبت مغرب کی اذان تک جاری رہتی، مولانا کی اس مسجد میں جمعہ کے روز بھی خاصی بھیڑ بھاڑ اور رونق ہوتی تھی، جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ نماز کے لیے ساڑھے تین بجے کا وقت مقرر تھا، سارے شہر کے وہ حضرات جو اپنے محلہ کی مسجد میں کسی مجبوری کی وجہ سے بروقت نماز نہ پڑھ پاتے، وہ یہاں آجاتے، مولانا ہی کے ایک مرید کٹرہ مانرائے کے قریب گلی حکیم وزیر علی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں ساڑھے بارہ بجے نماز جمعہ پڑھاتے، جس میں ایسے تمام لوگ آتے جنہیں ریل کے سفر یا کسی اور مجبوری کے باعث جلد نماز سے فارغ ہو

جانے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔

مولانا مالی اعتبار سے بہت ذی حیثیت تھے، معقول زمینداری تھی جس کا تمام تر انتظام ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خاں صاحب کرتے تھے، مولانا اور ان کے اہلِ خاندان کے محلہ سوداگران میں بڑے بڑے مکانات تھے بلکہ پورا محلہ ایک طرح سے اُنہیں کا تھا، اس محلہ کے چاروں طرف ہندوؤں کی آبادی تھی، کوئی ایک راستہ بھی ایسا نہ تھا جس کے ہر دو جانب کثیر التعداد ہندو نہ رہتے ہوں، لیکن مولانا صاحب کا وقار وجلال کچھ اس طرح کا تھا کہ ہندو مسلم فسادات کی سخت سے سخت کشیدہ فضا میں بھی کبھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا، تقسیم ملک کی ہولناکیوں کا دور بھی گزر گیا، ان کے چھوٹے صاحبزادے جناب مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور جملہ اعزہ ومتوسلین بخیر وعافیت رہے۔

مولانا صاحب اپنے مریدوں کا ہر طرح خیال رکھتے تھے، جب ان کے کسی مرید (مرد یا عورت) کا انتقال ہوتا تو اس کی وصیت یا اس کے اعزہ کی خواہش ہوتی کہ نمازِ جنازہ مولانا ہی پڑھائیں، چنانچہ بریلی جیسے شہر میں آئے دن مولانا ایک یا دو جنازوں کی نماز بہ نفس نفیس پڑھانے تشریف لے جاتے، اس سے ان کو کس قدر ایثار نفس کرنا ہوتا ہوگا، میں نے غریب سے غریب بستیوں اور نادار سے نادار گھروں میں مولانا کو پہنچتے دیکھا، جس سے سوگواروں کو اس قدر تسکینِ خاطر حاصل ہوتی کہ مرنے والے کا بہت کچھ غم بھول جاتے۔

سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ حریت

پسند انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی، شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں صاحب و مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی شوق نہ تھا، والیانِ ریاست اور حکامِ وقت سے بھی مطلق راہ ورسم نہ تھی بلکہ بقول الحاج سید ایوب علی صاحب مرحوم، حضرت مولانا ڈاک کے لفافے پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے یعنی ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے سر نیچے، اسی طرح حضرت کا عہد تھا کہ کبھی وہ انگریز کی عدالت میں نہ جائیں گے، اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا تھا، علمائے بدایوں سے نمازِ جمعہ کی اذان ثانی نزد ممبر یا خارج از مسجد ہو، کے مسئلہ پر اختلاف تھا جس کی بنا پر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی، اہلِ بدایوں مدعی تھے اور انہوں نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا، مولانا صاحب کے نام عدالت سے سمن آیا، اس پر حاضر نہ ہوئے تو احتمال گرفتاری کی بنا پر ہزاروں ہزار عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت خانہ پر جمع ہو گئے، نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پڑوس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرے ڈال دیئے، دن رات اس عزم کے ساتھ چوکسی ہونے لگی کہ جب وہ سب اپنی جان قربان کر دیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے، فداکاروں اور جاں نثاروں کا ہجوم جب بہت بڑھ گیا اور محلہ سوگردان میں تِل دھرنے کو جگہ نہ رہی تو گھنی آبادی سے دور مسجد نو محلہ کے قریب ایک کوٹھی میں حضرت کو منتقل کر دیا گیا، اس کوٹھی کے سامنے گورنمنٹ ہائی سکول کا نہایت وسیع کمپاؤنڈ تھا جس میں کئی لاکھ آدمی سما سکتے تھے، اسی کشاکش کے دوران بدایوں کی کچہری میں مقدمہ کی پیشیاں

ہوتی رہیں، جن میں بکثرت لوگ بریلی سے بھی جاتے تھے، اہلِ بدایواں کا بھی خاصہ اجتماع ہوتا، ایک دوسرے کے مقابل لگتے اور ہر لمحہ باہمی تصادم کا خوف رہتا، ایک پیشی کے موقع پر میں بھی اپنے چچا کے ہمراہ گیا تھا اور وہاں پہلی اور آخری بار میں نے اُس دور کے مشہور ماہر قانون جناب مولوی حشمت اللہ بار ایٹ لا کو دیکھا، یہ سر سید کے دوست تھے، فی الوقت میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ مولوی حشمت اللہ صاحب ہی کی کوشش سے مقدمہ مذکور اس طرح خارج ہو گیا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی آن قائم رہی یعنی وہ ایک مرتبہ بھی حاضر عدالت نہ ہوئے اور نہ انہوں نے زبانی یا تحریری کسی قسم کی معذرت خواہی کی، کیونکہ بعدازاں انتہائی وسیع پیمانہ پر مبارک بادیوں کا سلسلہ کئی ہفتے جاری رہا، محلہ محلہ اور کوچہ کوچہ سے جلوس نکل کر سڑکوں پر اس طرح گشت کر کے مولانا صاحب کے دولت کدہ پر پہنچتے کہ چھڑکاؤ ہو جاتا، گلاب پاشی ہوتی اور میلاد خوانوں کی ٹولیاں گلوں میں ہار ڈالے جھوم جھوم کر جوش و خروش کے ساتھ مولانا کا نعتیہ کلام پڑھتے جاتے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں اپنے افکار، نظریات، کردار اور علومِ دینی میں اعلیٰ مقام رکھنے کے باعث انیسویں صدی عیسوی کے ربع آخر اور بیسویں صدی کے ربع اوّل مزیں ایک انقلاب آفریں شخصیت کے مالک تھے اور ان کی چلائی ہوئی تحریک اصلاح اس قدر موثر تھی کہ اس کے اثرات آج بھی آب و تاب کے ساتھ برصغیر پاک و ہند میں بالخصوص اور عام اسلام میں بالعموم پوری پوری قوت کے ساتھ کارفرما ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی یاد میں حیدر آباد دکن اور بمبئی کا ایک سفر

مولانا کوثر نیازی مرحوم

اب کے اللہ تعالیٰ نے ایک کرم یہ فرمایا کہ حیدر آباد میں اس وقت موجودہ ''سلسلہ ابو العلائیہ'' کی روحانی شخصیت حضرت آغا محمد داؤد مدظلہ کی بار بار زیارت ہوئی۔ حضرت دعوتوں اور ضیافتوں میں بہت کم تشریف لے جاتے ہیں۔ مگر اس گنہگار عاجز پر ان کی خصوصی شفقت تھی کہ اب کے انہوں نے میرے اعزاز میں ہونے والی کئی دعوتوں میں قدم رنجہ فرمایا۔ جلسہ میں میری تقریر بھی اپنی کار میں بیٹھ کر سماعت فرمائی۔ جس صبح مجھے بمبئی روانہ ہونا تھا اس کی رات میں ہونے والی الوداعی ضیافت میں بھی اپنی خانقاہ میں ہونے والی مجلس کو چھوڑ کر تشریف ارزانی کی۔ حضرت کے مسلک میں تسبیح پڑھنا پسندیدہ نہیں۔ وہ گن گن کر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ اَن گنت اور بیشمار اس کا نام جپتے ہیں۔ ان کے ہاں ذکر الٰہی میں قلب جاری ہو جاتا ہے اور دل کی ہر دھڑکن اسی کا نام پکارتی ہے۔ ہم مبتدی ہیں، تسبیح کے دانوں پر اللہ کا ذکر کرنے کی مشق کرتے ہیں۔ مجھے حضرت کا مسلک معلوم تھا اس لیے میں نے حیدر آباد میں آتے ہی تسبیح ہاتھ میں رکھنی موقوف کر

دی تھی۔ اب رخصت ہونے لگا تو حضرت سے عرض کیا کہ کچھ پڑھنے کو بتایئے۔ فرمایا: تم درود شریف پڑھا کرو، ادھر حضرت نے یہ کہا اور ادھر میں نے دیکھا جیسے میرا قلب جاری ہوگیا ہے۔ جیسے اس کی ہر دھڑکن سے درود شریف کے بول ابل رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ مکروہات زمانہ اس کیفیت کو باقی نہیں رہنے دیں گی لیکن اگر کہیں یہ کیفیت باقی رہ گئی تو لگتا ہے زندگی پتھل (تہہ و بالا) ہوجائے گی۔

حیدرآباد اولیاء اللہ کی سرزمین ہے۔ یہاں قدم قدم پر نفوس قدسیہ محو خواب ہیں۔ مگر دو مزار مراجع خاص و عام ہیں۔ ایک مزار ''یوسفین'' کہلاتا ہے جس میں دو ساتھی اور ولی (یوسف اور غالباً شریف) دفن ہیں۔ یہ دونوں اورنگزیب کے لشکر میں سپاہی تھے اور قلعہ گول کنڈہ کے محاصرہ میں اورنگزیب عالمگیر کے ساتھ شریک تھے۔ جب محاصرہ کو کئی ماہ گزر گئے تو ایک رات بہت سخت آندھی آئی، خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں۔ لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ بادشاہ معائنے کے لیے نکلا، دیکھا کہ سب خیمے اکھڑ چکے ہیں صرف ایک خیمہ قائم ہے اور اس میں سے دیئے کی روشنی آرہی ہے۔ قریب پہنچا تو دیکھا دو سپاہی تلاوت کلام پاک کررہے ہیں اورنگزیب نے یہ منظر دیکھا تو کہا: حیف ہے مجھ پر آپ ایسے صاحب کرامت لشکریوں کے ہوتے ہوئے میں قلعہ کو سر کرنے میں اب تک ناکام ہوں۔ واقعہ طویل ہے۔ انجام کار ان حضرات کی دعا سے قلعہ سر ہوا، بعد میں یہ دونوں یہیں رہ گئے، محبت ایک دوسرے سے بہت تھی، ایک فوت ہوئے تو دوسرے کی روح بھی ساتھ نکل گئی۔ اب یہ دونوں حضرات اس خانقاہ میں دفن ہیں اور اہل حیدرآباد ان سے ٹوٹ کر عقیدت رکھتے ہیں۔

دوسرے بزرگ موسیٰ قادری ہیں جن کے نام سے حیدرآباد کی مشہور ندی ''موسیٰ ندی'' کے نام سے موسوم ہے۔ کہتے ہیں زور کی بارش ہوئی، اس ندی میں طغیانی آئی، پانی پورے شہر میں چڑھ آیا، قریب تھا کہ حضرت موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بھی داخل ہو جائے کہ آپ نے اپنا عصا پانی پر مارا اور اسے پلٹ جانے کا حکم دیا۔ پانی پلٹ گیا اور آپ کی خانقاہ محفوظ رہی۔ اس کے بعد اس ندی کا نام ہی ''موسیٰ ندی'' پڑ گیا۔

میں دونوں مقامات پر جانا چاہتا تھا مگر میرے عزیز میر ذوالفقار نے بتایا کہ ''یوسفین'' شہر سے کافی دور ہے، البتہ حضرت موسیٰ قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ان کے گھر کے قریب ہے۔ چنانچہ میں ان کے ہمراہ حضرت کے مزار پر حاضر ہوا، قریب ہی ان کے صاحبزادوں کی بھی قبریں ہیں۔ فاتحہ کہی اور اپنی تاریخ کی عظمت کے یہ نشان دیکھتا رخصت ہوا۔

حامی بک ڈپو کے مالک نصیر صاحب نے اپنا بک ڈپو دیکھنے کی دعوت دے رکھی تھی۔ وہ بھی حضرت موسیٰ قادری رحمۃ اللہ علیہ سے قریب پڑتا تھا۔ نصیر صاحب کے بڑے بھائی قاسم صاحب دکان پر موجود تھے۔ انہیں میرے آنے کی اطلاع تھی اس لیے انہوں نے تکلف اور اہتمام کر رکھا تھا۔ حسامی بک ڈپو کو قائم ہوئے تقریباً ۸۰ سال کا عرصہ ہو چکا ہے اور اس نے بعض بہت اچھی کتابیں چھاپی ہیں۔ ''مجموعہ مضامین قرآن مجید'' کے نام سے اس کی جلدیں دینی لٹریچر میں ایک وقیع اضافہ ہیں۔ آج کل وہ انگریزی زبان میں ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کا ترجمہ قرآن مجید چھاپ

رہے ہیں۔ اس میں آیات قرآنی عربی کے ساتھ ساتھ رومن میں بھی لکھی گئیں ہیں۔ بعد میں ترجمہ ہے۔ کتابوں کی قیمت حیرت انگیز تک کم ہے۔ حضرت حمار بارہ بنکوی کا مجموعہ کلام ''رقص مئے'' حسامی بک ڈپو نے چھاپا ہے۔ پونے دوسو صفحے ہیں۔ سفید کاغذ، عمدہ کتابت، مجلد، حسین سرورق کے ساتھ اور قیمت صرف اٹھارہ روپے ہے۔ ہمارے ہاں یہ کتاب سوروپے میں کیا کم ہوتی۔

۱۲ ستمبر کی دوپہر کو بمبئی پہنچا، رات کو ''مجلس تنظیم اہلسنت بمبئی'' کی طرف سے مہاراشٹر کالج کے ہال میں ''امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے موضوع پر میرا لیکچر تھا، شہر کے دونوں اُردو روزناموں ''انقلاب'' اور ''اُردو ٹائمز'' میں اشتہار آچکا تھا اس لیے شہر میں تقریب کا اچھا خاصا چرچا تھا مگر بدقسمتی سے جلسے کے مقام سے قریب جے جے ہسپتال میں ایک وقوعہ ہوگیا جس سے انڈین فلموں میں دکھائے جانے والے داداگیری کے کارناموں کی یاد تازہ ہوگئی۔ شام کے اخبارات میں اس کی تفصیل چھپی۔

واقعہ یہ تھا کہ شہر میں غنڈوں کے دو گینگ ''داؤد ابراہیم گینگ'' اور ''گاوَلی گینگ'' میں دیرینہ عداوت تھی، داؤد گروپ نے کچھ عرصہ قبل گاوَلی کے بھائی کو قتل کر دیا تھا اور گرفتاری سے بچنے کے لیے اس کے بیشتر ارکان دوبئی بھاگ گئے تھے۔ پیچھے گاوَلی گروپ نے داؤد کے بھائی کو گولی ماردی، گاوَلی کا بھائی ایک اور دوسرا ملزم اس الزام میں گرفتار ہوگئے۔ وہ ان دنوں جے جے ہسپتال میں پولیس کے پہرے میں زیر علاج تھے۔ داؤد ابراہیم گینگ کے لوگ دوبئی سے اسلحہ سمگل کرکے بمبئی پہنچے، صبح

پونے چار بجے انہوں نے تیسری منزل پر زیر علاج قیدیوں پر حملہ کر دیا، کمرے سے باہر سوئے ہوئے تین سپاہی بھی مارے گئے۔ ایک قیدی بھی حملے میں کام آیا۔ دوسرا قیدی علاج کے لیے کسی دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ سب انسپکٹر نے فائرنگ کی تو اس کے نتیجے میں حملہ آوروں میں ایک شدید زخمی ہو گیا۔ مگر اس کے باقی ماندہ ساتھی اسے رسوں کی مدد سے تیسری منزل سے نیچے اتارنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر اپنی کاروں میں بیٹھ کر نو دو گیارہ ہو گئے۔ علاقے بھر میں اس واقعہ سے خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ مگر پھر بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر وسیع ہال حاضرین سے بھر گیا۔ سٹیج پر بمبئی کی مشہور شخصیت حاجی مستان مرزا، مشہور مسلم رہنما اور صوبہ کے سابق وزیر اوقاف ڈاکٹر اسحاق جم خانہ والا صدر انجمن اسلام بھی تشریف فرما تھے اور ہانڈی والی مسجد کے خطیب مولانا عبد القدوس کاشمیری بھی۔ جلسہ کے انتظامات میں ہفت روزہ ''اخبار عالم'' کے ایڈیٹر جناب خلیل زاہد پیش پیش تھے۔ خلیل صاحب یہاں کے مشہور صحافی ہیں اور بڑے دین دار، ان کے ساتھ ''رضا اکیڈمی بمبئی'' کے صدر جناب سعید نوری بھی سرگرم عمل تھے اور بہت سے دوسرے نوجوان کارکن بھی۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے عظیم عالم دین ہیں۔ وہ بیک وقت مصنف بھی ہیں اور محقق بھی، فقیہ بھی ہیں اور مفتی بھی، شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی، ماہر ریاضی و ہیئت بھی اور سائنس دان بھی، مؤرخ بھی ہیں اور مفسر بھی، صوفی بھی ہیں اور ولی بھی، انہوں نے تقریباً ایک ہزار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یہ اس پائے کی علمی کتابیں ہیں کہ

ان کے ایک ایک صفحے سے اس دور کے ذوق تصنیف کے مطابق ایک ایک کتاب مرتب کی جاسکتی ہے۔ان میں سے کئی کتابیں ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً تیرہ سال کی عمر سے فتویٰ نویسی کا کام شروع کیا تھا اور کامل ۵۴ سال تک وہ مسند افتاء پر فائز رہے۔ان کے فتاوے ایک ایک ہزار کے بڑے سائز کے صفحات پر مشتمل بارہ جلدوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔فتاویٰ اُردو،عربی، فارسی اور ہندی چار زبانوں میں ہیں۔نثر میں کسی نے سوال پوچھا ہے تو نثر میں اس کا جواب لکھا ہے۔ نظم میں پوچھا ہے تو نظم میں جواب دیا ہے۔شاعر اتنے بڑے ہیں کہ ان کا نعتیہ مجموعہ ''حدائق بخشش'' کا پوری اُردو شاعری میں جواب نہیں۔افسوس کہ ہماری تاریخ کی عبقری شخصیات کی طرح وہ بھی ایک مظلوم شخصیت ہیں۔ان کے ماننے والے ان کا صحیح تعارف نہیں کرا سکے۔پڑھے لکھے اور انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ میں عام طور پر انہیں ایک ''کافر گر عالم'' کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔مجھے تسلیم کرنا چاہیے کہ میں خود آج سے پانچ سال قبل تک ان کے بارے میں کئی غلط فہمیوں کا شکار تھا۔یہ تو جب میں نے انہیں پڑھنا شروع کیا تو میری آنکھیں کھلیں۔بلا مبالغہ اب تک میں نے ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں۔قدیم وجدید (اُردو،عربی، فارسی) کے کم وبیش تمام مشہور اہل علم کے رشحات قلم سے بقدر ظرف استفادہ کیا ہے۔کم وبیش دس ہزار کتابیں تو خود میری اپنی لائبریری میں موجود ہیں اور ان میں ایک سے ایک نادر و نایاب کتاب شامل ہے۔میں نے سمجھ رکھا تھا میں نے بہت کچھ پڑھ لیا ہے مگر جب امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوا، اب تک تو ساحل پر صرف سپیاں چن رہا تھا۔

سمندر تو اب نگاہوں کے سامنے آیا ہے۔

میرا لیکچر ایک گھنٹہ پر محیط تھا، میں نے دیکھا جلسہ میں موجود تعلیم یافتہ نوجوان مبہوت بیٹھے تھے۔ ان کے لیے یہ باتیں نئی تھیں، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی دفعہ ان کے سامنے فرقوں کی سطح سے اٹھا کر عالمی تناظر میں پیش کیا جا رہا تھا۔

بمبئ میں تقریبات کے پروگرام بہت تھے مگر یہاں لاہور میں نوابزادہ نصر اللہ خان کا بلایا ہوا ''کل پاکستان کنونشن'' میرے اعصاب پر سوار تھا۔ (یہ تو یہاں آکر معلوم ہوا کہ سیلاب کی وجہ سے اسے ملتوی کر دیا گیا ہے۔) پھر بھی میرے آتے آتے بمبئ کی ''ذکر رسول کمیٹی'' نے ایک عالیشان بین الاقوامی ''محفل ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا پروگرام بنا لیا ہے جو اس سال کے اختتام سے پہلے پہلے بمبئ کے کسی بڑے سٹیڈیم میں منعقد ہوگی۔ لگتا ہے تین چار ماہ میں ایک مرتبہ پھر بمبئ جانا ہوگا۔ معلوم نہیں مجھ عاجز میں بھارت کے مسلمانوں کو کیا نظر آ گیا ہے کہ وہ اتنا پیار کرتے ہیں، بقول اقبال:

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر میرا کیا ہے شاعری کیا ہے

(روزنامہ جنگ لاہور، شمارہ ۲۲، ستمبر ۱۹۹۲ء)



امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام

ترتیب: خلیل احمد رانا

مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ: رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان بریلوی ابن مولانا رضا علی خاں بریلوی (المتوفی ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۸۶ء)، یکم رجب المرجب ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء کو محلہ ذخیرہ بریلی شریف (صوبہ یوپی، ہندوستان) میں پیدا ہوئے، آپ کے آباؤ اجداد قندھار (افغانستان) کے معزز قبیلہ بڑہیچ کے پٹھان تھے، آپ کے خاندان کے مورث اعلیٰ سعید اللہ خاں ترک وطن کر کے مغلیہ دور حکومت میں لاہور آ گئے، دہلی میں فوج کے بڑے عہدے پر فائز ہوئے، پھر روہیل کھنڈ کے صدر مقام بریلی میں آپ کو صوبہ دار بنایا گیا۔

مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علوم منقول و معقول کی تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کی، تحصیل علوم کے بعد اپنے والد ماجد کی مسند افتاء کی ذمہ داری بھی سنبھالی، آپ کو ۴۳ سے زیادہ علوم وفنون پر دسترس حاصل تھی، آپ نے تصنیف کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کی طرف بھی بھرپور توجہ دی۔

آپ نے حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۹ھ) کی معیت میں ۵ جمادی الاوّل ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء کو مارہرہ شریف ضلع ایٹہ (یوپی، ہندوستان) حاضر ہوکر حضرت شاہ آل رسول قادری برکاتی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۲۹۶ھ) سے بیعت ہوئے اور تمام سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل کی، ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین طیبین کے لیے گئے، مکہ مکرمہ میں مفتی شافعیہ سیدی شیخ احمد بن زینی دحلان مکی قدس سرہٗ سے مکرر سند حدیث کی اجازت لی، ۳۰/ ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء کو بریلی میں وصال فرمایا، شب جمعہ کو اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(جواہر البیان فی اسرار الارکان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء)

مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ: مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ ابن مرزا حکیم حسن جان بیگ لکھنوی، یکم محرم الحرام ۱۲۴۳ھ/ ۲۵ جولائی ۱۸۲۷ء کو محلہ جھوائی ٹولہ لکھنؤ (یوپی، ہندوستان) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد نے لکھنؤ سے ترک سکونت کرکے بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی، آپ کی رہائش بریلی شہر کے محلہ قلعہ میں جامع مسجد کے مشرقی جانب تھی، آپ کا رہائشی مکان بریلی میں اَب بھی موجود ہے، آپ کے بھائی مرزا مطیع اللہ بیگ بریلوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مولانا مرزا محمد جان بیگ رضوی علیہ الرحمہ نے خاندانی تقسیم کے بعد ۱۹۱۴ء میں پرانے شہر بریلی میں سکونت کرلی تھی مگر مولانا غلام قادر بیگ کی سکونت محلہ قلعہ ہی میں رہی۔

آپ کا خاندان نسلاً ایرانی یا ترکستانی مغل نہیں ہے، بلکہ مرزا اور بیگ کے

خطابات اعزاز شاہانہ مغلیہ کے عطا کردہ ہیں، اسی مناسبت سے آپ کے خاندان کے ناموں کے ساتھ مرزا اور بیگ کے خطابات لکھے جاتے رہے ہیں، آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ عبداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے، حضرت احرار علیہ الرحمہ نسلاً فاروقی تھے، اس طرح آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کرام بھی شاہانہ مغلیہ خاندان سے وابستہ رہے ہیں، اسی زمانہ سے ان دونوں خاندانوں کے قریبی روابط رہے ہیں، مولانا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے حقیقی بھائی مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ کے پوتے مرزا عبدالوحید بیگ بریلوی کی دو ہمشیرگان امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے خاندان میں بیاہی گئیں، ایک حضرت مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۹۸۸ء) کے تایا زاد بھائی حافظ ریاست علی خاں مرحوم کو اور دوسری فرحت علی خاں کے فرزند شہزادے علی خاں مرحوم کو۔

مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے بھائی مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ جب جامع مسجد بریلی کے متولی مقرر ہوئے تو آپ نے مسجد سے ملحقہ امام باڑہ سے علم اور جھنڈے وغیرہ اُتروا دیئے، آپ کے اس فعل سے بعض جاہل شر پسند رافضی لوگ آپ کے خلاف ہو گئے، تو اس وقت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے دادا مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ نے فتویٰ دیا تھا کہ متولی مسجد صحیح العقیدہ سنی حنفی ہیں اور عمارت مسجد سے امام باڑہ کو ختم کرنا شرعاً جائز ہے، یہ فتویٰ کرم خوردہ آج بھی بریلی شریف میں مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ کے پوتے مرزا عبدالوحید بیگ کے پاس موجود ہے۔

مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ اور امام رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے والد ماجد

مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ کے درمیان محبت ومروت کے پُرخلوص تعلقات تھے، اس لیے مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تعلیم اپنے ذمہ لے لی تھی، آپ کے دیگر تلامذہ آپ کے مطب واقع محلہ قلعہ متصل جامع مسجد بریلی ہی میں درس لیا کرتے تھے، مگر صغرسنی اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کواُن کے مکان پر ہی درس دیتے تھے۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ/ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء) لکھتے ہیں: ''میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم ومغفور (مولانا مرزا غلام قادر بیگ) کو دیکھا تھا، گوراچٹا رنگ، عمر تقریباً اسی سال، داڑھی، سر کے بال ایک ایک کر کے سفید عمامہ باندھے رہتے، جب کبھی اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا خاں) کے پاس تشریف لاتے، اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت وتکریم کے ساتھ پیش آتے، ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امرتلا لین میں تھا، وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھیجا کرتے، فتاویٰ رضویہ میں اکثر استفتاء ان کے ہیں، انہیں کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ ''تَجَلِّی الْیَقِیْن بِاَنَّ نَبِیَّنَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن'' (۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء) تحریر فرمایا ہے۔

(مولانا ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی، ج ۱، ص ۳۲)

فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، مطبوعہ مبارکپور (ہندوستان) کے صفحہ پر ایک استفتاء ہے جو مولانا مرزا غلام قادر بیگ نے ۲۱ جمادی الآخر ۱۳۲۴ھ کو ارسال کیا تھا۔

فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۱، مطبوعہ بریلی (ہندوستان) باراوّل ۱۴۰۲ھ کے صفحہ پر ایک استفتاء ہے جو مولانا مرزا غلام قادر بیگ نے علیہ الرحمہ نے کلکتہ دھرم تلا نمبر ۱ سے

۵ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ کوارسال کیا تھا۔

مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے دو فرزند اور دو دختران تھیں، دونوں دختران فوت ہوگئیں، بڑی دختر کے ایک پسر اور چھوٹی دختر کی اولاد بریلی شریف میں سکونت پذیر ہے، فرزند اکبر مولانا حکیم مرزا عبدالعزیز بیگ علیہ الرحمہ اور دوسرے فرزند حکیم مرزا عبدالحمید بیگ علیہ الرحمہ تھے، مرزا حکیم عبدالعزیز بیگ پہلے رنگون (برما) میں رہے، پھر کلکتہ میں طبابت کی، ایام جوانی میں کلکتہ ہی میں سکونت رکھی، چنانچہ مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کبھی کبھی اپنے فرزند اکبر کے پاس کلکتہ تشریف لے جاتے تھے، حکیم مرزا عبدالعزیز بیگ آخری ایام میں کلکتہ سے ترک سکونت کر کے بریلی شریف آگئے تھے اور وفات تک اپنے آبائی مکان میں سکونت پذیر رہے، آپ بڑے ہی علم وفضل والے، عابد، تہجد گزار، متقی اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۴۰)

حکیم مرزا عبدالعزیز بیگ علیہ الرحمہ کا وصال ۱۴، ۱۵ شعبان ۱۳۴۷ھ کی درمیانی شب کو بریلی شریف میں ہوا۔

(مولوی عبدالعزیز عاصی (وفات ۱۱۴پریل ۱۹۶۴ء)، تاریخ روہیل کھنڈ و تاریخ بریلی، مطبوعہ مکتبہ مہران لیاقت آباد کراچی ۱۹۶۳ء، ص ۳۰)

آپ لاولد فوت ہوئے۔ (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۴۰)

دوسرے صاحبزادے حکیم مرزا عبدالحمید بیگ پہلے ریاست بھوپال میں رہے، پھر پیلی بھیت کے انٹر اسلامیہ کالج میں ملازم رہے، آپ کا وصال وہیں ہوا، مجرد تھے۔

مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ کے صاحبزادے مرزا محمد جان بیگ رضوی کی بیاض

کے مطابق مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال یکم محرم الحرام ۱۳۳۶ھ/ ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو نوے سال کی عمر میں ہوا اور محلہ باقر گنج واقع حسین باغ بریلی میں دفن ہوئے، آپ کے بھائی مولانا حکیم مرزا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ بھی وہیں دفن ہیں۔ (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۴۰)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دہلوی علیہ الرحمہ نے ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' مطبوعہ سیالکوٹ اور ''حیات امام اہل سنت'' مطبوعہ لاہور میں مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کا سن وفات ۱۸۸۳ء درج کیا ہے جو درست نہیں ہے۔

مولانا عبدالعلی خاں رامپوری رحمۃ اللہ علیہ: مولانا عبدالعلی خاں رامپوری ولد یوسف خاں، محلہ راج دوارہ رام پور (ہندوستان) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مولوی حیدر ٹونکی (وفات ۱۸۵۶ء) سے حاصل کی، پھر مفتی شرف الدین رامپوری (وفات ۱۲۲۸ھ)، ملا عبدالرحیم خاں (وفات ۱۲۳۴ھ) اور مولوی رفیع اللہ خاں (وفات ۱۲۸۲ھ) وغیرہ سے علوم حاصل کیے، اس کے بعد دہلی میں حضرت شاہ اسحاق دہلوی (وفات ۱۸۴۵ء) سے حدیث پڑھی اور حکیم صادق علی دہلوی سے طب پڑھی، مولانا فضل حق خیر آبادی (وفات ۱۲۷۸ھ) سے رام پور میں حاشیہ قدیمہ پڑھا، پختہ استعداد اور حاضر العلم تھے، علوم حکمیہ سے خصوصی شغف اور دلچسپی رکھتے تھے، مدرسہ عالیہ رامپور میں مدرس اوّل تھے، طلبہ پر مشفق و مہربان اور ترقی استعداد کا خیال رکھتے تھے، باذوق طلبہ کی جماعتوں کو گھر پر بھی درس دیتے تھے (حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۶ء، ص ۲۲۹)، تقریباً ۱۸۵۰ء میں آپ کا تقرر بطور مدرس ریاضی مدرسہ عالیہ رامپور میں ہوا، ۱۸۸۵ء میں اپنے منصب سے سبکدوش

ہوئے۔

(محمد شائر اللہ خاں رامپوری، مضمون مشرقی علوم کی قدیم ترین یونیورسٹی، ماہنامہ تبیان کراچی، شمارہ ستمبر ۱۹۸۸ء)

نہایت منکسر المزاج اور خلیق تھے، رسالہ قوشجیہ پر فارسی میں حاشیہ لکھا، جو مطبع سرور قیصری رام پور میں طبع ہوا۔

(حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۶ء، ص ۲۲۹)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے تقریباً ۹۰-۱۲۹۱ھ میں رامپور حاضر ہوکر آپ سے شرح چغمینی کے چند اسباق پڑھے۔

(محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ، ص ۱۱۳)

آپ کا وصال ۱۳۰۳ھ میں ہوا اور محلہ راج دوارہ میں مولوی غلام جیلانی کے پہلو میں دفن ہوئے، اولاد میں دو لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں، کوئی بچہ صاحب علم نہیں ہوا۔ (حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۶ء، ص ۲۲۹ ملخصاً)

مولانا سید ابوالحسین نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ: مولانا سید ابوالحسین نوری مارہروی ابن شاہ ظہور حسن ابن شاہ آل رسول مارہروی رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۹ شوال ۱۲۵۵ھ/ ۲۶ دسمبر ۱۸۳۹ء بروز پنجشنبہ مارہرہ شریف میں پیدا ہوئے، مظہر علی تاریخی نام ہے، ڈھائی برس کے تھے کہ والد ماجد نے وفات پائی، تمام تر تربیت دادی صاحبہ اور دادا بزرگوار کے دامن کرم میں ہوئی، حضرت شاہ آل رسول قدس سرہٗ ہر وقت پیش نظر رکھتے تھے، ابتدائی تعلیم مولانا شاہ محمد سعید عثمانی بدایونی (وفات ۱۲۷۷ھ)، مولانا فضل اللہ جالیسری (وفات ۱۲۸۳ھ)، مولانا نور احمد عثمانی بدایونی (وفات ۱۳۰۱ھ) اور مولانا ہدایت علی بریلوی (وفات ۱۳۲۲ھ) سے حاصل کی، ۱۲ ربیع الاول

۱۲۶۷ھ کو دادا بزرگوار حضرت شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور اجازت مطلقہ سے مشرف ہوئے، آپ بہت بڑے شیخ طریقت تھے اور حلقہ بیعت بہت وسیع تھا، عقیدہ کی اصلاح پر بہت زور دیتے تھے، شیعت، تفضیلیت اور نیچریت کا تحریری ردّ فرمایا، آپ کا وصال ۱۱ رجب ۱۳۲۴ھ/ ۱۳۱ اگست ۱۹۰۶ء کو ہوا۔

(محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ، ص ۲۸۔ غلام شبیر قادری بدایونی، تذکرہ نوری، مطبوعہ لائل پور (فیصل آباد) ۱۹۶۸ء، ص ۱۵۹، ۱۸۸)

حضرت سیدی مخدوم شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت سیدی مخدوم شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ تیرھویں صدی کے اکابر اولیاء اللہ سے تھے، آپ کی ولادت باسعادت رجب المرجب ۱۲۰۹ھ میں مارہرہ ضلع ایٹہ (یوپی، ہندوستان) میں ہوئی، آپ کی تعلیم وتربیت والد ماجد سیدی شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہٗ (وفات ۱۲۵۱ھ) کی آغوش شفقت میں ہوئی، آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی علیہ الرحمہ (وفات ۱۲۶۳ھ)، مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی علیہ الرحمہ (وفات ۱۲۸۱ھ) اور خانقاہ برکاتی میں پڑھ کر حضرت شاہ نورالحق رزاقی لکھنوی فرنگی محلی علیہ الرحمہ (وفات ۱۲۸۳ھ)

(مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۳۶۹)

اور ملا عبدالواسع سیدن پوری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے تکمیل کی۔

(تذکرہ علمائے ہندستان، سید محمد حسین بدایونی، مطبوعہ دارالنعمان لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۲۶۸)

۱۲۶۶ھ میں مخدوم شیخ عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ (وفات ۸۷۰ھ) کے عرس مبارک کے موقع پر مشاہیر علماء ومشائخ کی موجودگی میں دستار بندی ہوئی، اِسی سال

حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۳۵ھ) کے ارشاد پر سراج الہند مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۳۹ھ) کے درس حدیث میں شریک ہوئے۔

(مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۳۶۹)

صاح ستہ کا دورہ کرنے کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے سلسلہ علویہ منامیہ کی اجازت اور احادیث ومصافحات کی اجازتیں مرحمت ہوئیں، آپ کی بیعت حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ سے تھی اور بیعت بھی اسی سلسلہ میں لیتے تھے، طب کی تعلیم والد ماجد اور حکیم فرزند علی موہانی سے علماء اور عملاً حاصل کی۔

(مولانا اولاد رسول محمد میاں، تاریخ خاندان برکات، مطبوعہ برکاتی پبلشرز کھارادر کراچی ۱۹۸۷ء، ص ۳۸)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ ۵ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ کو اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوئے، امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ سے قرأت، تجوید، تصوف، اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تاریخ، لغت، ادب اور حدیث وغیرہ علوم کی اجازت لی۔

(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۶۹)

اولاد میں دو صاحبزادے سید شاہ ظہور حسن (وفات ۱۲۶۶ھ) اور سید شاہ ظہور حسین (وفات ۱۲۱۳ھ) اور تین صاحبزادیاں ہوئیں، شاہ آل رسول قادری قدس سرہٗ کا وصال ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ کو ہوا اور درگاہ حضرت شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہٗ میں دفن ہوئے۔

(مولانا اولاد رسول محمد میاں، تاریخ خاندان برکات، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۷ء، ص ۳۸)

سیدی شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی رحمۃ اللہ علیہ: سیدی شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ مکہ مکرمہ میں مفتی حنفیہ تھے، امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ۱۲۹۵ھ میں پہلے حج پر مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی علیہ الرحمہ نے آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ کی سند سے نوازا اور اپنے سلسلہ طریقت میں اجازت عطا فرمائی، شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی علیہ الرحمہ راوی ہیں مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی مفتی احناف علیہ الرحمہ (وفات ۱۸۶۸ء) سے، آپ نے جو سند فقہ حنفی کی امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کو عنایت فرمائی اس کی خوبی یہ ہے کہ اس سند کے تمام اساتذہ و مشائخ حنفی ہیں، ۳۵ واسطوں سے یہ سند حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہے، سلسلہ قادریہ معمریہ میں اجازت اس طرح ہے، امام احمد رضا بریلوی، شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی، سیدی شیخ محمد بن علی سنوسی، سیدی شیخ عبدالعزیز الحبش، سیدی شیخ عبدالرزاق بغدادی، سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی کا وصال ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء میں قاہرہ میں ہوا۔

(الاجازۃ المیتنہ لعلماء مکۃ والمدینۃ، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۶ء، ص ۳۰۵۔ محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء، مطبوعہ ممبئی ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء، ص ۳۸)

شیخ الاسلام شیخ احمد بن زینی دحلان مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ: شیخ الاسلام شیخ احمد بن زینی دحلان مکی شافعی قدس سرہٗ، ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۶ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ بہت اجل عالم اور مکہ مکرمہ میں مفتی شافعیہ تھے، آپ شیخ عثمان دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے تھے، امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے پہلے حج کے موقع پر آپ سے سند حدیث، فقہ و اصول تفسیر اور دیگر علوم میں حاصل کی، آپ نے

۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء میں وصال فرمایا اور جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے حالات و خدمات پر آپ کے شاگرد علامہ سید ابوبکر شطا شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۶ھ/ ۱۳۱۰ھ) نے ''نفخۃ الرحمن فی بعض مناقب السید احمد بن زینی دحلان'' کے نام سے کتاب لکھی، یہ کتاب انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

(الاجازۃ المیتنہ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۶ء، ص ۷۱ ۲۔ ماہنامہ المیز ان ممبئی، امام احمد رضا نمبر شمارہ اپریل تا جون ۱۹۷۶ء، ص ۶۱۵۔ مکتوب پیرزادہ عابد حسین شاہ، چھمبی ضلع چکوال، بنام راقم خلیل احمد رانا محررہ ۱۷ فروری ۱۹۹۴ء)

شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی رحمۃ اللہ علیہ: شیخ حسین بن صالح جمل اللیل علوی فاطمی شافعی قادری مکی قدس سرہٗ حرم مکرمہ میں امام وخطیب شافعیہ تھے، آپ عجیب خوش اوقات اور بابرکت بزرگ تھے، عرب، جاوا، داغستان وغیرہا بلاد نزدیک ودُور کے ہزاروں آدمی بلکہ ان کے مریدوں کے مرید اور شرف بیعت وسلسلۂ تلمذ سے مستفید تھے، امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ جب پہلی بار حج بیت اللہ کے لیے عازم حرمین ہوئے تو ایک دن مقام ابراہیم میں نماز مغرب کے بعد شیخ حسین بن صالح بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر اپنے دولت کدہ واقع نزد باب صفا میں لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا: ''بے شک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں'' اور تا قیام مکہ معظّمہ حاضری کا تقاضا فرمایا، آپ کو صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی اور فرمایا تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے، اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری تک فقط گیارہ واسطے ہیں، پھر آپ کو اپنی کتاب ''الجوھرۃ المضیہ''

سنائی اور فرمایا کہ اکثر اہل ہند اس سے مستفیض نہیں ہوسکتے، ایک تو عربی زبان میں ہے دوسرے مذہب شافعی میں ہے اور ہندی اکثر حنفی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اس کی تشریح اُردو زبان میں کردیں اور اس میں مذہب حنفیہ کی توضیح بھی کردیں۔

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ کی کتاب ''الجوهر المضيه'' جو بابت مناسک حج مسلک شافعیہ ہے کا اُردو ترجمہ کیا اور صرف دو دن میں اس کی اُردو شرح تحریر فرمائی اور اس کا تاریخ نام ''النيرة الوضيه فى شرح الجوهر المضيه'' رکھا، پھر بعد میں تعلیقات اور حواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کا تاریخی نام ''الطرة الرضيه على النيرة الوضيه''(۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء) رکھا۔

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے شیخ حسین بن صالح جمل اللیل شافعی علیہ الرحمہ سے سند حدیث کی اجازت اس طرح لکھی ہے: ''اور میں، صاحبِ برکت، صاحبِ صلاح حضرت حسین بن صالح جمل اللیل مکی سے راوی ہوں اور یہ راوی ہیں الشیخ محمد عابد بن احمد علی الانصاری الخزرجی السندھی المدنی (وفات ۱۲۷۵ھ/ ۱۸۴۱ء) سے، جو ایسے محدث ہوئے ہیں کہ مستفذین دُور دُور سے چل کر ان کے پاس آتے تھے۔''

حضرت شیخ حسین بن صالح جمل اللیل شافعی قدس سرہٗ نے ۱۳۰۵ھ میں وصال فرمایا۔

(الاجازاۃ المیتنہ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۶ء، ص ۳۰۴، ۳۶۶۔ مولوی رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۹۹۔ ظفرالدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ص ۱۲، ۱۳۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۹۵)

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

(علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں)

مجلس علماء نظامیہ، لاہور

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اچھے اخلاق واعمال کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ (مسند احمد، حدیث: ۸۹۵۲) بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں اچھے اخلاق (وافعال) کو مکمل کردوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو اچھے اخلاق تعلیم فرمائے اُن میں سے ایک ''دینی غیرت'' ہے۔ ''غیرت کا مفہوم ہے: ''انسان حساس اُمور میں حمیت وجرأت کا مظاہرہ کرے، اِسی طرح اپنے گھر والوں سے متعلق بے حیائی کی باتوں پر جذباتی ہو۔''

یہ وصف اللہ تعالیٰ کو اس قدر محبوب ہے کہ وہ بھی اپنی شان کے مطابق غیرت فرماتا ہے، بلکہ سب سے زیادہ غیرت وہی فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ غیرت مند شخصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔

کوئی بھی ایسا وصف جو اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہو اور بندوں میں بھی پایا جائے، بندوں کے حق میں اُس کا معنی وہ ہوتا ہے جو بندوں کے لائق ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق

میں وہ معنی ہوتا ہے جو اُس کے شایانِ شان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ بندہ صرف اُسی کی اطاعت کرے، نیز اُس کے حکم کے مطابق اُس کا پیغام پہنچانے والوں کا اتباع کرے۔ جب بندہ شیطان کا اتباع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے برعکس بے حیائی کا کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق ''غیرت'' فرماتا ہے اور بندے کی اِس بات کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: لا احد أغیر من الله، ولذلك حرم الفواحش ماظهر منها وما بطن، ولا شيء أحب إليه المدح من الله، ولذلك مدح نفسه (صحیح بخاری، حدیث: ۴۶۳۴)

اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت فرمانے والا کوئی نہیں، اِسی لیے اُس نے ظاہری و باطنی بے حیائیوں کو حرام فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں (کیونکہ صرف وہی ہے جو ذاتی طور پر حمد کا مستحق ہے)، اِسی لیے اُس نے خود بھی اپنی مدح فرمائی ہے۔

ایک موقع پر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: ''اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے پاس دیکھوں تو تلوار سے اُس کا سر اُتار دوں گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: أتعجبون من غيرة سعد، لأنا أغير منه، والله أغير مني (صحیح بخاری، حدیث: ۶۸۴۶)

کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے؟ ضرور میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) مجھ سے بھی زیادہ غیرت فرمانے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیرت کی ایک جھلک اُس موقع پر بھی سامنے آئی جب آپ نے کچھ لوگوں کو دین کے بنیادی اُصول کے بارے میں بحث کرتے دیکھا۔ راوی فرماتے ہیں: فغضب حتی احمر وجهه، حتی كأنما فقئ فی وجنتيه الرمان (جامع ترمذی، حدیث: ۲۱۳۳) (دینی اُمور میں بے جا بحث پر) غصے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ اقدس یوں سرخ ہو گیا جیسے رخساروں پر انار نچوڑا گیا ہو۔

اللہ عزوجل بندوں سے محبت بھی فرماتا ہے اور جبار و قہار ہونا بھی اُس کی صفات سے ہے۔ اپنی فرماں برداری پر اتنی رحمت کہ جس کی انتہا ئی نہیں اور نافرمانوں پر اس قدر غضب و غیرت کہ اس کی بھی انتہا نہیں۔ اللہ عزوجل پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندوں میں بھی اُس کی پسندیدہ صفات پائی جائیں، اپنی ذات اور دنیا کا معاملہ ہو تو بندہ نرمی اور معافی اختیار کرے اور دینی غیرت کی بات ہو تو شدت و حمیت اور جرأت و استقامت سے کام لے، دین کے معاملے میں سستی اور مداہنت نہ کرے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں: المؤمن يغار والله أشد غيرا (صحیح مسلم، حدیث: ۱۷۵۷) مومن غیرت مند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر غیرت فرمانے والا ہے۔ اقبال نے خوب فرمایا:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رَزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

جباری و قہاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں

دین کی خاطر استقامت، پختہ رائے، جرأت وغیرت اور دلیری سے متعلق جناب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پوری امت میں امتیازی شان حاصل ہے، لطف یہ کہ اُن کی اِس خوبی کا ذکر خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعریف کے انداز میں فرمایا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أرحم أمتي بأمتي أبوبكر، وأشدهم في دين الله عمر، وأصدقهم حياء عثمان، وأقضاهم علي بن أبي طالب، وأقروهم لكتاب الله أبي بن كعب، وأعلمهم بالحلال و الحرام معاذ بن جبل، وأفرضهم زيد بن ثابت، ألا وإن لكل أمة أمينا، وأمين هذه الأمة أبو عبيدة بن الجراح (جامع ترمذی، حدیث: ۳۷۹۰، سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۵۴ واللفظ لہٗ) یعنی میرا ابوبکر میری پوری اُمت میں اُمت کے لیے سب سے زیادہ رحمت (وشفقت) والا ہے، عمر فاروق میری اُمت میں دین کی خاطر سب سے زیادہ قوت (وجرأت) والا ہے، پیارے عثمان کی شانِ حیا سب سے بے مثال ہے، حیدر کرار اُمت کا سب سے بڑا قاضی ہے، ابی بن کعب سب سے بڑا قاری ہے، معاذ بن جبل حلال وحرام کا سب سے بڑا عالم ہے، زید بن ثابت کو وراثت کے علم میں نرالی شان حاصل ہے، سنو! ہر اُمت میں ایک امین (اعلیٰ شان والا دیانت دار) ہوتا ہے، اِس اُمت کا امین ابوعبیدہ بن جرارح ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دل کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والله لقد لان قلبي في الله حتى لهو ألين من الزبد، ولقد اشتد قلبي في الله حتى لهو أشد من الحجر (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم) قسم بخدا! یقیناً اللہ کی

خاطر میرا دل اس قدر نرم ہوا کہ وہ جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہو گیا اور یقیناً اللہ کی خاطر میرے دل میں ایسی شدت آئی کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گیا (یعنی نرمی بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور سختی بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلانِ نبوت فرمایا تو ابتدائی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد اور کفار کو ترکی بترکی جواب دینے کا حکم نہیں تھا، اِس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرعام اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے بجائے غاروں اور گھر میں ہی عبادت کے اندر مشغول رہتے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دین کے مسئلہ میں ایسی جرأت وقوت سے نوازا تھا کہ اِسلام لاتے ہی عرض کرنے لگے: ابرز! أتعبد اللات جهرا و نعبد الله سرا؟ یارسول اللہ! جب جھوٹے خداؤں کی عبادت سرعام ہو رہی ہے تو ہم سچے رب کی عبادت چھپ کر کیوں کریں؟ آپ حرم میں تشریف لائیں اور سب کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس کا حکم نہیں) جب مسلمانوں کی خاطر خواہ تعداد ہو جائے گی تو اللہ کے حکم سے ایسا ہی ہوگا۔ وہ عرض کرنے لگے: حسبك الله وأنا۔ آپ تشریف لائیے، اللہ تعالیٰ اور مَیں آپ کے لیے کافی ہیں۔ (ویسے تو اللہ تعالیٰ ''مَیں'' (انانیت) کو سخت ناپسند فرماتا ہے، مگر جناب عمر کی یہ ''مَیں'' بھی اللہ کے دین کے لیے تھی، چنانچہ) باری تعالیٰ نے اِسے اتنا پسند فرمایا کہ تائید میں آیت مبارکہ نازل فرمائی اور حرم میں نماز کی اجازت دی: يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝۶۴ (الانفال: ۶۴) اے غیب کی خبریں دینے والے! اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے اور آپ کی پیروی کرنے

والے مسلمان (اللہ کی توفیق سے) کافی ہیں۔

(مفاتیح الغیب، المعروف تفسیر کبیر)

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں: ہم دو صفوں کی صورت میں حرم شریف کی طرف روانہ ہوئے، ایک صف میں سید الشہدا جناب امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، دوسری صف میں مَیں تھا۔ جب ہم مسجد میں داخل ہوئے تو قریش مجھے اور جناب امیر حمزہ کو دیکھ کر نہایت پریشان ہوئے۔ **فسماني رسول اللهﷺ يومئذ الفاروق، وفرق الله بين الحق والباطل** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسی دن مجھے ''فاروق'' کے لقب سے نوازا اور اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان فرق واضح کر دیا۔ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء)

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (مفہوم) مَیں نے خواب میں جنت کا نظارہ کیا، وہاں ایک محل دیکھا۔ مَیں نے پوچھا: ''یہ محل کس کا ہے؟'' بتایا گیا کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **فأردت أن أدخله فأنظر إليه، فذكرت غيرتك** ''میں نے چاہا کے اندر داخل ہو کر نظارہ کروں، مگر اے عمر! مجھے تیری غیرت یاد آگئی (جس کی وجہ سے مَیں اندر نہیں گیا)۔'' راوی کہتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور کہا: **بأبي و أمي يا رسول الله! أعليك أغار** (صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۷۹) یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا آپ کے تشریف لے جانے سے مجھے غیرت ہوتی؟ (ہر گز نہیں، یہ سب انعامات آپ کے قدموں کی برکت سے ہی ہیں)۔

گزشتہ سطور میں مذکور ہوا کہ دین کی خاطر غیرت کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے ہیں۔ گزشتہ عرصے میں جن شخصیات نے اُمت مسلمہ کی دینی غیرت کو بیدار کیا ہے اُن میں سرِ فہرست نام امیر المجاہدین شیخ الحدیث مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لہجے میں بھی ایسی غیرت رکھی تھی کہ دنیا بھر کے عاشقانِ رسول، حتی کہ جو لوگ پنجابی یا اُردو نہیں سمجھتے، وہ بھی اُن کی گفتگو سن کر جھوم اُٹھتے۔

شیخ الحدیث مولانا حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ ۳ ربیع الاول، ۱۳۸۶ھ/ ۲۲ جون ۱۹۶۶ء کو ''نکہ توت''، ضلع اٹک میں حاجی لعل خان صاحب علیہ الرحمہ کے گھر پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں کے سکول میں حاصل کی، بعد ازاں جہلم میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد دینی علوم کی عظیم درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخل ہوئے۔ اس جامعہ سے دینی علوم کی تکمیل کے بعد ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء میں اکابر کے ہاتھوں دستارِ فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے دو سال بعد سے ۲۰۱۵ء تک اپنے مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ میں ہی دینی علوم کی تدریس فرماتے رہے اور شیخ الحدیث کے منصبِ جلیل پر فائز رہے۔ اس دوران ۲۰۰۷ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے فضلا کی تنظیم ''مجلس علماء نظامیہ پاکستان'' کے مرکزی صدر بھی منتخب ہوئے۔

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ شروع سے ہی اپنے خطابات، تدریس اور

تحریر میں محبتِ رسول اور تحفظِ ناموسِ رسالت کا درس دیتے۔ یہ اُن کی تربیت کا اثر ہے کہ اُن کے شاگرد، مقتدی اور اُن کے ساتھ نشست و برخاست رکھنے والے بھی دینی اُمور، بالخصوص ناموسِ رسالت کے حوالے سے غیرت مند نظر آتے ہیں۔

اُن کی شہرت اُس وقت عروج پر پہنچی جب ۲۰۱۱ء میں شہیدِ ناموسِ رسالت ملک ممتاز حسین قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت کے گورنر سلمان تاثیر کو ایک گستاخ عورت کی حمایت اور قانونِ تحفظِ ناموس رسالت پر تنقید کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا۔ اس وقت غازی ممتاز حسین قادری شہید علیہ الرحمہ کی اس کاوش کو خراجِ تحسین پیش کرنے اور اُمت مسلمہ میں تحفظِ ناموسِ رسالت کے حوالے سے بیداری مہم چلانے میں علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ پیش پیش رہے۔

۲۰۱۶ء میں ممتاز حسین قادری علیہ الرحمہ کے عدالتی قتل کے بعد بھی علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے اُمت میں غیرتِ دینی بیدار کرنے کی مہم کو جاری رکھا اور نفاذِ نظامِ مصطفیٰ اور تحفظِ مقامِ مصطفیٰ کے لیے ''تحریک لبیک پاکستان'' کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کی اور تادمِ آخر اس کے امیر رہے۔

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی شخصیت میں یہ وصف بہت نمایاں تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر مشروط اور بے پناہ محبت کرتے اور دوسروں کو بھی اِسی کا درس دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ تدریس کے دوران کسی بھی فن کی کتاب ہوتی، کوئی بھی کلاس پڑھنے کے لیے موجود ہوتی اور کوئی بھی مسئلہ زیر بحث ہوتا، وہ بہر صورت محبت رسول اور تعظیم رسول کا کوئی نہ کوئی پہلو تلاش کر لیتے۔

اُن سے درسِ حدیث لینے والے جانتے ہیں کہ ایکسیڈنٹ سے پہلے اُنہوں نے کبھی بھی چارزانو درسِ حدیث نہیں دیا، حدیث پاک کے ادب کے پیش نظر ہمیشہ دوزانو، یا حفاظ کی طرح بیٹھ کر درسِ حدیث دیتے۔ دورانِ تدریس کئی بار آبدیدہ ہو جاتے۔

اُمت میں سب سے زیادہ دینی غیرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوئی۔ اُن کے قدموں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کو اِس وصف میں کمال عطا کیا تھا۔ وہ یہ شعر کثرت سے پڑھا کرتے تھے:

نہ سر جھکا کے جیے نہ منہ چھپا کے جیے
ستم گر کی نظروں میں نظریں ملا کے جیے
ہم ایک دن کم جیے تو حیرت کیا
ہم اُن کے ساتھ تھے جو مشعلیں جلا کیے جیے

شیخ الحدیث مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک اور معذوری کے باوجود جس طرح تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے خدمات سرانجام دیں، اُن کے کردار سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

حدیبیہ کے مقام پر عروہ نے مسلمانوں کی ظاہری حالت دیکھ کر کہا تھا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اِن کمزور حال مسلمانوں پر اعتماد نہ کیجیے، یہ مشکل حالات میں آپ کو چھوڑ جائیں گے۔ اُس کا یہ جملہ سن کر پیکرِ صدق و وفا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت غصے اور جلال کی کیفیت میں سخت الفاظ سے مخاطب کر کے استفہام انکاری

کے طور فرمایا: أنحن نفر عنه و ندعه؟ (صحیح بخاری، حدیث: ۲۷۳۱) کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے (جب ہمارے ساتھ واسطہ پڑے گا تو دیکھو گے کہ ہم اُن کے قدموں پر کیسے جانیں نچھاور کرتے ہیں!!!)

گزشتہ رات جب شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر پہنچی تو پوری دنیا کے عشاقانِ رسول کی آنکھیں نم تھیں۔ ایسے لگتا ہے کہ اُنہیں کے بارے میں شاعر نے کہا تھا:

اہلِ چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے
ہر شاخ پہ اُنگلیوں کے نشاں چھوڑ آیا ہوں

یقیناً وہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ان اشعار کے مصداق تھے:

اُنہیں جانا اُنہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد مَیں دنیا سے مسلمان گیا
نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری
فدا ہو کے تجھ پہ یہ عزت ملی ہے
قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
جو اُن کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے



آہ! ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پہریدار رُخصت ہوا

غلام مصطفیٰ رضوی

عاشقانِ مصطفیٰ رنجیدہ ہیں؛ آنکھیں نم ہیں- اِس لیے کہ پاکستان کی سرزمین پر مردِ حق آگاہ (علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ) جو ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تحفظ کے لیے پہرہ دیتا تھا، وہ اِس جہانِ فانی سے رُخصت ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ؎

کردار میں بھری تھیں عزیمت کی بجلیاں
تجھ کو جھکا سکے نہ شدائد، تجھے سلام

(فریدی مصباحی)

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ ایک فکر کا نام ہے۔ ایک عزم کا نام ہے۔ ایک جذبۂ صالح کا نام ہے۔ حق وصداقت کے داعی کا نام ہے۔ جن کی زندگی اس عنوان کے ساتھ اُبھر کر سامنے آئی، جہاں ہمارے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو جایا کرتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت ہی ہمارا سرمایہ ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت ہی وہ قیمتی دولت ہے کہ جو ہمیں تمام جہان سے پیاری ہے۔ جان سے زیادہ عزیز ہے-

ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تحفظ کے لیے مردِ حق آگاہ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ کی صورت میں نمایاں ہوا۔ اور عاشقانِ رسول کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ وہ مشنِ اعلیٰ حضرت کا بیباک داعی تھا۔

آج دُنیا میں جتنی باطل قوتیں ہیں، سب کا نشانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ پاک ہے۔ بے ادبیوں کا ہنگامہ ہے۔ گستاخیوں کے ہزاروں کیکر، ببول اور تھوہڑ کی کاشت کی جارہی ہے۔ بنامِ مسلم کتنے ہی دھتورے اُگائے جاچکے ہیں۔ جن کے استیصال کے لیے "حسام الحرمین" کی ضرورت ہے۔ تمام باطل قوتیں اس پوائنٹ پر یکجا ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رشتۂ غلامی کو توڑ دیا جائے؛ تاکہ مسلمان کبھی اُبھر نہ سکے۔ وہ مُردہ ہوجائے۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دلوں سے نکالنے کے لیے صدیوں سے دُشمنانِ اسلام متحرک ہیں۔ گزری صدی میں گستاخوں کو بے نقاب کرنے میں سب سے نمایاں خدمت انجام دینے والی ذات اعلیٰ حضرت کی رہی ہے، جن کی زندگی کے لیل ونہار تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے وقف تھے۔ جن کا پیغام تھا۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اُٹھائے کیوں

اعلیٰ حضرت کے پیغامِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہریداری کے لیے فکرِ رضاؔ کا شیدائی علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ کی شکل میں سامنے آیا۔ اور ''قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دینے'' کا جذبۂ صالح لے کر آگے بڑھا۔ یقیں کی اس منزل پر فائز ہوا؛ جہاں باطل کی شوکت وقوت کا خوف اور رعب زیرِ قدم ہوتا ہے۔ جہاں جرأت و بہادری کا ہر باب تازہ ہوتا ہے ؎

تازہ مِرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ، عقل تمام بولہب

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ نے اپنی تحریک کی بنیاد ہی تحفظِ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عزم پر رکھی۔ قادیانیت، صہیونیت، یہودیت، لادینیت کے خلاف وہ آہنی دیوار بن گئے۔ انگریز نواز حکمراں، قادیانیت نواز سربراہانِ وقت اور لبرلز افکار کے مبلغین گھٹنوں بیٹھ گئے۔ بارہا ایسا ہوا کہ قادیانیت نے پوری طاقت کے ساتھ عقائدِ اسلامی کی فصیل پر حملہ کیا، لیکن مردِ مجاہد نے پامردی کے ساتھ ان کے فریب کا جواب دیا۔ ان کا مقصد نیک تھا۔ ان کے عزائم مستحکم تھے۔ یقیں محکم کی قوت سے وہ مالا مال تھے۔ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے جاں نثاری کے جذبات سے معمور تھے۔ اسی لیے پایۂ استقامت متزلزل نہ ہوا۔ نہ ہی جاہ وحشم انھیں جھکا سکے۔ ان کے سامنے امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت کا یہ درس تھا کہ ؎

کروں مدح اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مِری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دین پارۂ ناں نہیں

۱۹؍نومبر ۲۰۲۰ء کی شب علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر بجلی بن کر گری۔ عاشقانِ رسول کے دل تھم گئے۔ جذبات امڈ پڑے۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ طبیعتیں مضمحل ہو گئیں۔ ہمارا ان سے کیا رشتہ تھا؟ یہی کہ وہ سرحدِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگہبانی کرتے تھے۔ وہ گستاخِ رسول کے لیے مداہنت و رعایت کے قائل نہ تھے؛ بلکہ اعلیٰ حضرت کے اس پیغام کو حرزِ جاں بنائے ہوئے تھے ؎

دشمن احمد پہ شدت کیجیے

ملحدوں کی کیا مروت کیجیے

اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کے اس پیغام کی بھی عملی تعبیر تھے ؎

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کر دیں

پدر مادر برادر مال و جاں ان پر فدا کر دیں

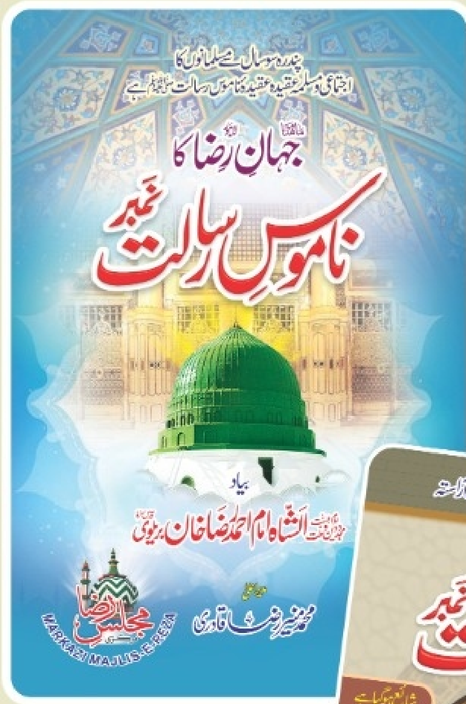
فرانس اور یورپ کے گستاخوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے ادبی کی۔ اپنے خبثِ باطنی کا مظاہرہ کیا۔ مسلمانوں کی حرارتِ ایمانی کو ناپنا چاہا۔ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ ڈٹ گئے۔ آپ نے وہ احتجاج درج کرایا جس سے پڑوسی ملک کے اقتدار کی چولیں ہل گئیں۔ فرانس کے گستاخ گھبرا گئے۔ انھیں ایک وہیل چیئر پر براجمان بزرگ سے خوف تھا۔ انھیں ڈر تھا کہ یہ تو جوانوں میں روح پھونک دیتا ہے۔ حرارتِ ایمانی کو اپیل کرتا ہے۔ بوڑھوں کو جواں عزم دیتا ہے۔ یقیں محکم کے ساتھ محبتوں کا توشہ سنبھالنے کا مزاج دیتا ہے۔

وہ گئے لیکن ایک عزم دے گئے۔ فرانس کے گستاخوں کے خلاف استقامت کے ساتھ مظاہرہ کیا۔ یوں ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تادمِ آخر پہریداری کے درسِ زریں کو آخری سانس تک دوہراتے رہے۔ ان سے عقیدت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کے مشن کو یاد رکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں سے متنفر رہیں۔ گستاخوں سے نرمی نہ برتیں؛ بلکہ ایمانی حرارت کا مظاہرہ کر کے اپنی زندگی کا ہر صفحہ درخشاں بنائیں تاکہ موت کی وادی بھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ صالح پر گواہ بن جائے۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ نے جو درس دیا وہ بالکل واضح ہے ؎

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لیے
زندگی ہے نبی کی نبی کے لیے
ناسمجھ مرتے ہیں زندگی کے لیے
جینا مرنا ہے سب کچھ نبی کے لیے
داغِ عشق نبی لے چلو قبر میں
ہے چراغِ لحد روشنی کے لیے

مشنِ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ ''عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے... گستاخوں سے بیزاری ہے... اس لیے مشن زندہ رہے گا... ان شاء اللہ!





چندرہ سو سال سے مسلمانوں کا
اجتماعی و مسلمہ عقیدہ ناموس رسالت ﷺ ہے
جہانِ رضا کا
ناموسِ رسالت نمبر
بیاد
اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی
محمد منیر رضا قادری
MARKAZI MAJLIS-E-REZA



456 صفحات پر مشتمل نئے مضامین سے آراستہ
جہانِ رضا کا
امامِ اہلسنت نمبر
شائع ہو گیا ہے
اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی
محمد منیر رضا قادری
MARKAZI MAJLIS-E-REZA